رمانہ عمر (ریاض)

کاش

رفاقتوں میں پچھتاوے تو ہوتے ہیں..... جو بادل بن برسے گزر گئے ان کا دوش کس کو دیں؟

وہ دونوں ہی ایک دوسرے میں گم تھے اور کچھ دور کھیلتے دونوں بچے اب کھیل روک کر بحث بحثی میں الجھے ہوئے تھے۔ پھر جب چھوٹے کی بڑے کے آگے نہ چل سکی تو وہ منہ بگاڑ کر روتا ہوا آیا اور ماں سے لپٹ گیا۔ تب ماں باپ چونکے، بڑے کو بھی بلایا گیا۔ وہ سخت غصیلی صورت بنائے قریب آیا اور بپتا سنانے لگا۔

اس سے قبل کہ دونوں پھر الجھتے باپ نے بڑے کے ہاتھ سے گیند لی اور اسے اشارہ کیا۔ پھر وہ دونوں باپ بیٹے گیند بلا لیے کھیلنے چلے گئے جبکہ چھوٹا والا وہیں ماں سے چپک کر بیٹھ گیا۔ ماں کے چہرے پر پھیلی بھرپور مسکراہٹ میں اتنی دور سے بھی دیکھ سکتا تھا۔ بچوں کا باپ بھی کھیلتے کھیلتے ایک نظر بیوی پر ڈالتا اور مسکرا دیتا اور میں نجانے کیوں محویت سے اس خاندان کو ہی تکے جاتا۔ حالانکہ مجھے یہ بات اخلاقی طور پر گھٹیا لگتی اور میں جلدی سے نظریں پھیر لیتا تھا اپنے دھیان کو بٹانے کی کوشش بھی کرتا مگر پھر پھرا کر میری نظریں دوبارہ ان ہی پر ٹک جاتیں۔

میں گھر کے نزدیک اس خوبصورت اور صاف ستھرے پارک میں چہل قدمی کے لئے بڑی پابندی سے آتا ہوں۔ اور تقریباً ہر اتوار اس خاندان کو یہیں پاتا ہوں۔ نجانے کیوں ان دو معصوم پیارے پیارے کھیلتے ہوئے بچوں سے زیادہ میری دلچسپی ان کے والدین میں ہوتی۔ یہ ہنستا مسکراتا جوڑا بچوں کا کھیل شروع ہونے کے بعد اس طرح محو گفتگو ہوتا کہ اکثر وہ دونوں بچوں کے بار بار آواز دینے پر ہی چونکتے۔

"توبہ ہے بھئی..... دو بچوں کی ذمہ داری اور ایسی بے نیازی....."

اپنی بیوی کے اس جملے پر میری محویت ٹوٹی۔ آج وہ بھی میرے ساتھ چہل قدمی کے لئے آئی تھی۔

"کس کی بے نیازی؟" میں نے بے دھیانی میں کہا۔

"یہی جو ماں اس طرف بیٹھی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور ایسی غافل بیٹھی ہے۔ ایک ہم تھے کہ لمحہ بھر کے لئے بچوں کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔ مگر آج کل کی مائیں....."

نہ جانے کیوں مجھے اپنی بیوی کا یہ تبصرہ ایک آنکھ نہ بھایا اور میں جو بیوی کی ہاں میں ہاں ملانے کے فلسفے پر عمل کا عادی ہوں اس بات پر اچانک ہی بول پڑا۔

"خیر اب ایسی بھی بات نہیں بڑے سمجھدار بچے ہیں۔ ذرا ادھر اُدھر نہیں جاتے اور یہ ماں باپ بھی گاہے بگاہے ان پر نگاہ ڈالتے رہتے ہیں۔"

"ہیں؟؟ آپ کو کیسے معلوم؟" اس نے مجھے کھوجتی نگاہوں سے گھورا۔

"آپ شائد بھول رہی ہیں کہ میں روزانہ بلا ناغہ یہاں آتا ہوں اور یہ فیملی چھٹی کے دن یہیں پائی جاتی ہے۔ بڑے پیارے بچے ہیں اور زندہ دل ماں باپ....." میں نے جواب دیا۔

"کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟" اس کی آنکھوں میں حیرانگی اور تجسس تھا۔

"نہیں بس میرا اندازہ ہے۔ انہیں دیکھ کر اپنے اطہر اور اظہر یاد آجاتے ہیں۔" میں نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"ہاں۔ یہ تو ہے۔ ان دونوں میں بھی ایسا ہی فرق تھا اور وہ بھی یوں ہی گیند بلے کے دیوانے تھے۔" اس نے ماضی میں جھانکتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں بچوں کے ذکر سے جگمگانے لگیں۔ کچھ دیر کے لئے ہم دونوں ہی زمان و مکاں سے بے نیاز ہو گئے۔ ہم دونوں اس وقت پارک میں اطہر اور اظہر کو کھیلتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

پھر اس کیفیت میں میں نے دھیرے سے خود کلامی کی جو نہ جانے

اس نے سنی یا نہیں۔

"اطہر اور اظہر تو واقعی ان دونوں جیسے تھے، کھلنڈرے، لڑاکا، معصوم اور ایک دوسرے پر جان دینے والے..... مگر ہم دونوں..... ان ماں باپ جیسے کبھی نہ تھے۔"

میرا خیال ہے کہ اس نے یہ جملہ جو بے دھیانی میں میرے منہ سے نکلا سن لیا تھا۔ تب ہی وہ چپ سی ہوگئی تھی۔ گھر واپسی تک وہ ایک لفظ بھی نہ بولی اور یہ کیسے ممکن تھا کہ میں اس کی اس خاموشی کو محسوس نہ کرتا۔

پھر اس معمولی سے واقعے کو چار پانچ دن تو گزر ہی گئے ہوں گے جب وہ خلاف معمول میرے مطالعے کے وقت میں میرے اسٹڈی روم میں آکر بیٹھ گئی۔ پھر ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد وہ اچانک ہی بولی۔

"محمود مجھے کئی دنوں سے اس بات نے پریشان کر رکھا ہے کہ میں..... میں کبھی ایک اچھی بیوی نہ بن سکی....."

اس جملے کو سننے کے بعد میرے لئے کتاب پر نگاہیں جمائے رکھنا ممکن نہ رہا۔ اگرچہ میں پچھلے دس بارہ منٹ سے اس کی باتیں سن رہا تھا اور اپنی عادت کے مطابق کتاب کی سرسری سی ورق گردانی بھی کرتا جا رہا تھا مگر اب نظر اٹھا کے دیکھنا ہی پڑا۔ پھر جب اس کی آنکھوں میں آنسو بھی نظر آئے تو مجھے آخر کار کتاب ایک طرف رکھنی پڑی۔

"بھئی ایسا کیا ہوگیا؟ خیریت؟؟"

مجھے پتہ تھا کہ اس وقت وہ بھری بیٹھی ہے اور صرف ذرا سی شہہ دینے سے سارا غبار خود ہی نکال کر میرے سامنے رکھ دے گی اور پھر مسکرا کر میرے لئے چائے بنانے چل دے گی۔

لیکن جو کچھ اس نے کہا وہ میرے لئے انتہائی غیر متوقع تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ میں اس کی طرف سے ایسی بات کے لئے تیار ہی نہیں تھا۔

"محمود آپ..... آپ بہت اچھے شوہر ہیں۔ ہماری پچیس برس کی رفاقت کوئی کم عرصہ تو نہیں۔ میں نے آپ کو زندگی کے ہر رنگ میں دیکھ لیا۔ ہر زاویے سے جانچ لیا۔ آپ بہت ہی اچھے انسان، اچھے بیٹے، اچھے باپ اور صابر شوہر ہیں۔"

وہ اتنا کہہ کر رک گئی۔ نگاہ میری جانب اٹھائی مگر پھر جھکا لی۔

"مگر میں ہی آپ کی قدر نہ کر سکی۔ میں آئیڈیل بیوی نہیں بن سکی محمود..... عجیب سا احساس اور بے چینی مجھے اندر سے مارے ڈال رہی ہے۔ میں نے آپ کی خواہشوں کو کبھی سمجھا ہی نہیں..... شائد میں آپ کو بھول ہی گئی تھی..... بلکہ شائد میں خود کو بھی بھول گئی تھی..... سمجھ نہیں آتا یہ پچیس برس کہاں چلے گئے..... میرے ہاتھ سے پھسل گئے..... مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں ہیرے کی انگوٹھی پہن کر بھی اس کی چمک سے محروم ہی رہی....."

ان بے ربط سے ٹوٹے جملوں کے بعد وہ اپنی عادت کے مطابق رو پڑی اور میں..... میں اپنی عادت کے مطابق اس کے سر کو اپنے کندھے سے ٹکا کر اس کے چپ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

وہ چپ ہوگئی۔ مگر اس کی نگاہیں خاموش نہیں ہوئیں۔ وہ مجھ سے جواب مانگ رہی تھیں۔ تسلی کے دو حرف، اس بات کا اقرار کہ وہ اچھی بیوی تھی اور ہے اور عزت افزائی کے چند جملے تاکہ اسے سکون کی نیند آسکے۔

میں کیا کرتا؟ میں بخیل تو نہیں ہوں۔ میں گھٹیا انسان بھی نہیں ہوں اور میں ناشکرا بھی نہیں ہوں سو میں نے جی کڑا کر کے اسے مخاطب کیا۔

"ظلے"

میری محبوبہ، میری شریک حیات، جس کا نام ظلِ ہما ہے اسے موڈ میں میں نے ہمیشہ ظلے ہی کہہ کر پکارا ہے۔

"ادھر دیکھو۔ آخر ہوا کیا؟ اس طرح کیوں سوچ رہی ہو؟ جس لمبی رفاقت کی تم بات کر رہی ہو اس کا حق تم نے ادا کیا ہے۔ تم نے میرے لئے اور میرے بچوں کے لئے اپنی زندگی کا ہر لمحہ نچھاور کیا ہے۔ آج وہ جہاں ہیں تمہاری وجہ سے ہی ہیں۔

تم کس پچھتاوے کی بات کر رہی ہو؟ کہ تمہاری جوانی گزر گئی اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلا۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے؟ تم میرے لئے آج بھی اتنی ہی خوبصورت ہو اور دیکھو تمہارے ساتھ ساتھ میری بھی تو عمر بدلی ہے۔ مشقت کرتے، دو دو نوکریاں کرتے اور گھر بچوں کی ضروریات کے پیچھے بھاگتے یہ دن گزر گئے مگر میں تو پچھتا نہیں رہا۔

"میں مطمئن ہوں کہ میری بیوی نے ہر موڑ پر میرا ساتھ دیا۔ فرض

بھی ادا کیے اور مجھ پر احسانات بھی کیے۔ کیوں اپنا دل بے کار میں چھوٹا کرتی ہو؟"

شائد وہ چاہتی تھی کہ میں اس گفتگو کو اور طول دوں۔ چند جملے اور کہوں جو اس کے تپتے، خشک صحرا جیسے ماضی پر پھوار بن کر پڑیں..... شائد وہ چاہ رہی تھی کہ اس کا احساس جرم میرے میٹھے بولوں سے مکمل طور پر مٹ جائے مگر میں کیا کرتا؟

میں کیا کرتا؟ میں بخیل تو نہیں ہوں۔ میں گھٹیا انسان بھی نہیں اور مین ناشکرا بھی نہیں ہوں..... مگر اس لمحے میں خود ہی اسے کمرے سے باہر بھیج دینا چاہتا تھا۔ پھر جب وہ چلی گئی تو میں نے سرہانے رکھے جگ سے پورا گلاس بھر کر پیا۔ اس امید پر کہ میرے خشک، تپتے صحرا جیسے ماضی کو ٹھنڈے پانی کا گلاس تھوڑی سی تری بخشش دے۔ میں حلق میں پھنسے گولے کو نگل لینا چاہتا تھا۔ میری آنکھیں جلنے لگی تھیں اور میں ان کو چھلکنے سے بچانا چاہتا تھا۔

پھر میں دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ مگر اب کتاب اٹھانے کا جی نہ چاہا۔

وہ کیا کہہ گئی؟ وہ کیا کہنا چاہتی تھی؟ میں اچھی طرح جانتا تھا۔ مگر اب وہ مجھ سے چاہتی کیا ہے؟

میں اس عورت کا دل سے قدر دان ہوں جس نے بیس برس کی بھرپور عمر میں میرے آنگن میں قدم رکھا اور میرے دل کے تمام کونوں کو روشن کر دیا۔

اس کے ذریعے مجھے اولاد کی نعمت ملی۔ اس نے میری محدود آمدنی میں میرا گھر چلایا۔

دنیا اسے کسی ایوارڈ کے لئے نامزد نہ کرے گی مگر میں جانتا ہوں کہ یہ اس کی حسن کارکردگی ہی تھی جو میرے پانچوں بچے بہترین تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس نے میری ماں کی ایک دو سال نہیں دس سال اپنے ہاتھوں سے خدمت کی۔

انہی نازک ہاتھوں سے جنہیں تھام کر کبھی میں ساحل پر دور تک نکل جانا چاہتا تھا۔

میں اس کے ساتھ یونہی بیٹھ کر بے کار باتیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اسے اس کی پسند کی آئس کریم کھلانا چاہتا تھا اور اس کے مسکراتے چہرے میں کھو جانا چاہتا تھا.....

مگر اس سے کیا ہوتا ہے کہ..... اسے کبھی اتنی مہلت ہی نہ ملی۔ ہاں! اس سے کیا ہوتا ہے؟..... میں جانتا ہوں کہ آخر کو وہ بھی ایک انسان ہی ہے۔ انسان ہی تھی۔ کیا کیا کرتی وہ بھی؟ لیکن میں کیا کروں کہ میری آنکھیں پھر جل رہی ہیں۔

میں اندر ایک خالی پن محسوس کر رہا ہوں اور میری زندگی کی ساری کامیابیاں، میرے بچوں کی اچھی تعلیم، ان کے مستقبل کی خوشحالی..... یہ سب مل کر بھی اس خلا کو پُر نہیں کر پا رہے ہیں۔

مگر میں کیا کروں؟ میں بخیل تو نہیں ہوں۔ میں گھٹیا انسان بھی نہیں ہوں اور میں ناشکرا بھی نہیں ہوں۔

میں اس سے ہرگز یہ نہیں کہوں گا کہ ظلے! کاش کبھی تم بھی یہ سوچ لیتیں کہ میں بھی آخر ایک انسان ہی ہوں۔

اس نے تو گیم ہی پلٹ دی تھی!

☆.....☆.....☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! سلام کو عام کرو اور صلہ رحمی کرو اور کھانا کھلاؤ، رات کو قیام کرو، جب دوسرے لوگ سوتے ہوں، جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی)

منتظمین مسجد نور۔ کورنگی انڈسٹریل ایریا کے والدین کیلئے دعائے مغفرت کی اپیل